حصہ غزل بمعہ مشقی سوالات

"غزل"

(علامہ محمد اقبال)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ظلمت	اندھیرا	مکین	رہنے والا	مجنون	لیلیٰ کا عاشق
محمل	ڈولی	وصل	دیدار	ناخدا	ملاح
سفینہ	کشتی	شمع کشتہ	بجھا ہوا شمع	معرج نفس	سانس کی موج
اہل دل	اللہ والے لوگ	خرقہ پوش	درویش، فقیر	ید بیضا	چمکتا ہوا ہاتھ
مے	شراب	آبگینہ	شیشہ	چرچا	شہرت
باریک بین	نکتہ چین	قرینہ	طریقہ	نکتہ چین	اعتراض کرنا

اشعار کی تشریح

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

تشریح: اقبال کہتا ہے۔ میں رب کائنات کو آسمانوں اور زمینوں میں تلاش کر رہا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ اللہ کا کوئی خاص گھر اور ٹھکانہ ہوگا۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ کیونکہ جب میں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اللہ کا گھر تو میرا دل ہے۔ اور وہ میرے دل کے اندھیروں میں رہتا ہے۔

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنون
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

تشریح: مجنون سے مخاطب ہو کر اقبال کہتا ہے۔ کہ تو لیلیٰ سے یہ گلا کیوں کرتا ہے۔ کہ لیلیٰ مجھ سے پردہ کرتی ہے۔ اور ڈولی میں بند بیٹھی ہے۔ تمہارا یہ گلہ درست نہیں۔ کیونکہ تم خود بھی آباد بستیوں سے دور صحراؤں میں تنہا بھٹکتے پھرتے ہو۔ اور کسی کو اپنا صورت نہیں دکھاتے۔ یہ شعر اُن لوگوں کے بارے میں ہے۔ جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور خدا کی عشق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور مخلوق خدا سے میل جول نہیں رکھتے۔

مہینے وصل کی گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدا کی گذرتی ہیں مہینوں میں

تشریح: اقبال کہتا ہے۔ کہ سچے عاشق اپنے محبوب کی دیدار سے سیر نہیں ہوتے محبوب کے دیدار کے دوران مہینے بھی گذر جائیں وہ اُن کیلئے ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہوتے۔ جبکہ اپنے محبوب سے جدائی کی ایک گھڑی اسے مہینوں سے زیادہ طویل لگتی ہے۔

مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

تشریح: اے سمندر میں کشتی چلانے والے ملاح! تو مجھے ڈوبنے سے نہیں بچا سکتا۔ جن لوگوں کے مقدر میں ڈوبنا اور سمندر میں غرق ہونا لکھا ہے۔ اس کو ڈوبنے سے تمہاری کشتی نہیں بچا سکتی۔ وہ کشتی سمیت ڈوبیں گے۔ اور بچیں گے نہیں۔ سلئے تمہاری یہ کوشش بے سود ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس اُن کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

تشریح: اقبال کہتا ہے۔ کہ اس دنیا میں اللہ کے ایسے سچے عاشق موجود ہیں۔ جن کی سانس میں اتنی حدت اور گرمی ہے۔ کہ اگر وہ موم بتی کو پھونک ماریں۔ تو اُن کی سانس کی گرمی سے شمع جل اُٹھتی ہے۔ اقبال خدا سے سوال کر رہا ہے۔ کہ یا اللہ! یہ کونسی قوت ہے۔ جو اُن کے سینوں میں موجود ہے۔ اقبال کا اشارہ عشق الٰہی کیطرف ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ اُن کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں کرتے ہوئے

تشریح: اس شعر میں علامہ خدا مست درویشوں کا ذکر کہتا ہے۔ کہ پھٹے پرانے کپڑے اور گدڑیاں اوڑھے فقیروں اور درویشوں سے اگر تمہیں عقیدت ہے۔ اور اُن کو سمجھنا چاہتے ہو۔ تو اُن کے پاس کچھ وقت گذار کر دیکھو۔ موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور اس جیسے دیگر معجزے عطا کئے گئے تھے۔ وہ تمام معجزے ان درویشوں کو بھی دیئے گئے ہیں۔ اور اُنکی آستینوں میں اُنکے ہاتھ جگ مگ جگ مگ کر رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ رسول اللہ کا امتی اگر اللہ کا سچا عاشق بن جائے۔ تو وہ پیغمبر کے درجے تک پہنچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض پیغمبروں نے موسیٰ سمیت یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ کاش! ہم نبی آخر زمانؐ کے امتی ہوتے۔

محبت کیلئے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

تشریح: عشق و محبت ایک ایسا جذبہ ہے۔ جو کسی سخت دل میں نہیں سما سکتا۔ اس کے لئے ایسے نرم دل کی ضرورت ہے۔ جو آئینے کی طرح نازک اور ٹوٹنے والا ہو۔ کیونکہ عشق کی مثال شراب کی سی ہے۔ عشق میں بھی نشہ اور شراب میں بھی نشہ ہوتا ہے۔ عاشق بھی اپنے حال میں مست ہوتا ہے۔ اور شرابی بھی۔ چونکہ شراب کو لوگ شیشے کے نازک برتنوں میں سنبھال کے رکھتے ہیں۔ اسلئے عشق کی حفاظت کیلئے بھی نرم اور نازک دل کی ضرورت ہے۔ سنگدل شخص کے دل میں عشق نہیں ہوتا۔

نمایاں ہو کے دکھلادے کبھی اُن کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں تیرے باریک بینوں میں

تشریح: اقبال کہتا ہے۔ کہ دنیا کے بڑے بڑے سکالروں اور دانشوروں نے خدا کے وجود پر بحث کی ہے۔ اور یہ بحث اب بھی جاری ہے۔ وہ اللہ کی ذات کے بارے میں گومگو اور شک و شبے میں مبتلا ہیں اقبال خدا سے کہتا ہے۔ کہ یا اللہ! جس طرح تو نے مجھے بصیرت عطا کی ہے۔ اور اس بصیرت کی وجہ سے میں نے تیرے جمال کا مشاہدہ کیا ہے۔ تو ان دانشوروں اور باریک بین لوگوں کو بھی بصیرت عطا کر۔

تا کہ وہ تیرے جمال کا مشاہدہ کر کے گومگو کی حالت سے نکل سکیں۔ اور دہریت سے بچ جائیں۔

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

تشریح: اقبال کہتا ہے۔ کہ محبت کا پہلا اصول یہ ہے۔ کہ عاشق اپنے محبوب کے آگے خاموش کھڑا رہے اور اس کی حرکات و سکنات مودبانہ ہوں۔ اسلئے وہ اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ اے دل! تو محبوب کے روبرو کیوں چلاتا اور آہ و زاری کرتا ہے۔ چلانا اور شور مچانا بے ادبی ہے۔ اس حرکت سے تمہیں عاشقوں کی فہرست سے خارج بھی کیا جا سکتا ہے۔ محبوب کے آگے ہر دم عاجزی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ تا کہ اس کو تم پر رحم آجائے۔ اور اس کے دل میں تمہارے لیے ہمدردی پیدا ہو جائے۔ شور مچا کر اور چیخ چیخ کر تو محبوب کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس حرکت سے تمہارا شمار گستاخوں میں کیا جائے گا۔

برا سمجھوں اُنہیں، مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں

تشریح: اس غزل کے آخری شعر میں اقبال نے اُن لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو اقبال کے بدخواہ تھے۔ اور جن کا خیال تھا۔ کہ اقبال اُن سے نفرت کرتا ہے۔ اُن سے مخاطب ہو کر اقبال کہتا ہے۔ کہ میری نظروں میں ایک شخص بھی برا نہیں۔ مجھے تمام لوگوں سے محبت ہے۔ اور میں ہر ایک کو اپنے آپ سے اچھا اور برتر سمجھتا ہوں۔ میں دوسرے لوگوں پر نکتہ چینی کیسے کر سکتا ہوں۔ اور اُن کو برا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ میں تو خود اپنا نکتہ چین ہوں۔ مجھ میں خود ڈھیر ساری خرابیاں ہیں۔ اور جو خود بُرا ہو۔ وہ دوسروں کو برا کیسے کہہ سکتا ہے۔ اسلئے بعض لوگوں کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے۔ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اقبال اُن سے نفرت کرتا ہے۔ اور انہیں برا سمجھتا ہے۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

(الف) شاعر زمین و آسمان میں کیا ڈھونڈتا ہے۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(ب) وصل کا وقت جلد کیوں بیت جاتا ہے۔

(ج) اہل دل سے کون لوگ مراد ہیں۔

(د) محبت کا اولین درس کونسا ہے۔

(ہ) خود پر نکتہ چینی کا کیا مطلب ہے۔

(و) ید بیضا کی وضاحت کریں۔

جواب:

(الف) شاعر علامہ اقبال آسمان میں خدا کو تلاش کرتا ہے۔

(ب) وصل کا وقت عاشق کیلئے خوشی اور مسرت کے لمحات ہوتے ہیں۔ اور خوشی اور مسرت کے دوران کسی کو وقت کا احساس نہیں ہوتا۔ ایک مہینہ ایک گھڑی سے زیادہ محسوس نہیں ہوتا۔

(ج) اہل دل سے وہ لوگ مراد ہیں۔ وہ اللہ کے سچے عاشق ہیں۔

(د) محبت کا اولین درس ادب ہے۔ محبوب کے آگے مودب اور خاموش رہنا محبت کا پہلا اصول ہے۔

(ہ) خود پر نکتہ چینی سے اقبال کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں خود اپنے آپ کو برا سمجھتا ہوں۔ اور مجھ میں بھی ڈھیر ساری خرابیاں ہیں۔

(و) ''ید بیضا'' اس معجزے کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو عطا کیا تھا۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا۔ تو وہ سورج کی طرح چمکتا۔ ید ہاتھ کو کہتے ہیں۔ اور بیضا روشن یعنی روشن ہاتھ۔

سوال 2: اس غزل کے قوافی لکھیں۔

جواب: زمینوں۔ مکینوں، نشینوں، مہینوں، سفینوں، سینوں، آستینوں، آبگینوں، باریک بینوں، قرینوں، نکتہ چینوں۔

سوال 3: اس غزل میں صنعت تضاد پائی جاتی ہے۔ صنعت تضاد کی تعریف کریں۔ اور مثالیں دیں۔ مندرجہ ذیل شعر میں اسکی نشاندہی کریں۔

جواب: مہینے وصل کی گھڑیوں کی صورت اُڑتی جاتی ہیں مگر گھڑیاں جدائی کی گذرتی ہیں مہینوں میں

جواب: صنعت تضاد: کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مثلاً خوشی اور غم، دن اور رات وغیرہ مندرجہ بالا شعر میں وصل اور جدائی دونوں کا ذکر موجود ہے۔ وصل اور جدائی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

سوال 4: درج ذیل الفاظ معنی لکھیں۔

جواب: نکتہ چین: کسی میں برائی تلاش کرنے والا

ید بیضا: روشن ہاتھ۔ یہ معجزہ تھا۔ جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔

باریک بین: نکتہ چین، دانشور، سکالر

محمل نشین: چھپا ہوا، پوشیدہ، ڈولی میں بیٹھا ہوا

ارادت: عقیدت، محبت

سوال 5:

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

کلام میں ایسے الفاظ جو املا کے لحاظ سے تو ایک جیسے ہوں مگر دونوں کا مطلب جدا ہو۔ تجنیس تام کہلاتا ہے اوپر دیئے گئے شعر میں تجنیس تام کی نشاندہی کریں۔ اور کوئی سے دو ایسے اشعار لکھیں۔ جس میں صنعت تجنیس تام کا استعمال ہو۔

جواب:

اوپر دیئے گئے شعر میں ''میں'' تجنیس تام ہے۔ ایک ''میں'' کا مطلب اپنی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ آسمانوں اور زمینوں کے بعد جس ''میں'' کا استعمال ہوا ہے۔ اسے حرف جار کہتے ہیں۔ جو اسم کو فعل یا مشابہ فعل سے ملاتا ہے۔ تجنیس تام کی دو مثالیں۔

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے کون رہا کون رہا ہوگیا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

دا زہ خاطر سنا د خاطر دبارہ

پہ خپل خاطر د غم لمبے تیروم

☆.....☆.....☆

"غزل"

(فیض احمد فیض)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ہجر	جدائی	دل والے	عاشق لوگ	کوچہ جاناں	محبوب کی گلی
دھج	شان وشوکت	مقتل	قتل گاہ	آنی جانی	فانی، عارضی
میدان وفا	عشق کا میدان	دربار	بادشاہ کا محل	نام ونسب	خاندان
بازی	کھیل	مات	ہار، شکست		

اشعار کی تشریح

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں

صد شکر کہ اپنی راتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں

تشریح: شاعر کو اپنے محبوب کا دیدار حاصل ہے۔ جس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اے میرے محبوب! تو میرے ساتھ میری یادوں میں ہر وقت موجود ہے۔ میرا ہاتھ ہر وقت تمہارے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ میں ہر وقت اپنے آپ کو آپ کے قریب محسوس کرتا ہوں۔ اسلئے میں اس بات پر اللہ کا صد بار شکر ادا کرتا ہو۔ کہ محبوب کے تصور سے میری راتیں اچھی گزرتی ہیں۔ اور جدائی کی کوئی رات میری زندگی میں نہیں۔ ہے۔ شاعر محبوب کا دیدار چشم تصور سے کرتا ہے۔ اور مطمئن ہے۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، بچ آئیں جان بچ آئیں

دل والو! کوچۂ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

تشریح: لوگ کہتے ہیں۔ کہ محبوب کی گلی میں جانا بہت خطرناک ہے۔ وہاں ہر طرف خطرہ ہے۔ اور جو وہاں جاتا ہے۔ مصیبتوں اور مشکلات میں گھر جاتا ہے۔ شاعر یہ سن کر کہتا ہے۔ کہ اے عشق کا دعویٰ کرنے والو! اگر کوی اپنی جان کی بھی پروانہ کرے۔ اور دل کو بھی محبوب پر نثار کرنے کا ارادہ کر کے محبوب کی گلی میں داخل ہو جائے۔ تو کیا اس سے بھی مشکل حالات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ شاعر کہنا چاہتا ہے۔ کہ عشق میں مشکلات اور حوادث سے گھبرانا سچے عاشق کی نشانی نہیں ہے۔ اُن لوگوں کا عشق جھوٹا ہے۔ جو مشکلات سے بھی بچنا چاہتے ہیں۔ اور عشق کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی تو کوئی بات نہیں

تشریح: اس عاشق کی شان، مرتبہ اور عزت باقی رہتا ہے۔ جو بے خوف اور آن بان سے قتل گاہ کیطرف جا کر اپنی جان اپنے محبوب پر قربان کر لیتا ہے۔ یہ زندگی تو فانی اور چند روزہ ہے۔ اس کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ایک دن تو ویسے بھی مرنا ہے۔ اگر سچے عشق کی خاطر جان کی قربانی دینی پڑے۔ تو یہ سودا مہنگا نہیں۔

میدان وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں

عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے۔ کہ عشق کسی کی ذات نہیں۔ جہاں لوگوں کو اُن کے نام ونسب اور خاندان کے مطابق درجہ اور عزت ملتی ہے۔

عشق کیلئے ایک نازک دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہر انسان کے جسم میں موجود ہے۔ بلال حبشی اور ہاشمی ابوجہل میں کوئی فرق نہیں۔ عشق کا تعلق کسی کی ذات برادری سے نہیں۔ یہ عطیۂ خداوندی ہے۔ اسی کی وجہ سے بلال حبشی "سیدنا" کا خطاب ملتا ہے۔ اور عالی نسب قریشی اور ہاشمی "ابوجہل" اور "علیہ العنت" پکارا جاتا ہے۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

تشریح: اگر تیرا عشق سچا ہے۔اور تو نے عشق کی بازی لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔تو بغیر کسی خوف وخطر کے بازی لگانے میں دیر نہ کرو۔اگر تم یہ بازی جیت کر کامیاب ہوگئے۔اور محبوب مل گیا۔تو پھر مزے ہی مزے ہیں۔اور اگر اس کھیل میں تم نے شکست کھائی۔اور جان سے گذر گئے۔تو یہ بھی جیت ہے۔اسے ہار نہیں کہا جاسکتا۔ہار کر بھی تیری شان سلامت رہے گی۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1:غزل کے قوافی لکھیں۔

جواب: ہاتھ،رات،حالات،بات،ذات اور مات غزل کے قوافی ہیں۔

سوال 2:کوچہ جانان،میدانِ وفا، اور نام و نسب کونسے مرکبات ھیں۔

جواب: کوچہ جانان مرکب اضافی ہے۔

میدانِ وفا مرکب اضافی ہے۔

نام ونسب مرکب عطفی ہے۔

سوال 3:اس غزل کے حروف عطف، حروف اضافی اور حروف جار لکھیں۔

جواب:

حروف عطف: اس غزل کے حروف عطف نام ونسب ہے۔

حروف اضافی: کوچۂ جانان،میدانِ وفا،عشق کی بازی،ہجر کی رات

حروف جار: میں،سے،حروف جار ہیں۔

سوال 4:اس غزل نے کس شعر میں صنعت تضاد موجود ھے۔

جواب: اس غزل کے مندرجہ ذیل شعر میں صنعت تضاد موجود ہے۔

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگادو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں (جیت۔ہار)

سوال 5:غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) پہلے شعر میں کس بات پر شکر کا اظہار کیا گیا ہے۔

(ب) دل بیچنے سے کیا مراد ہے۔

(ج) تیسرے شعر کے مطابق کس انداز کو دوام حاصل ہے۔

(د) میدان وفا اور عام زندگی میں کونسی چیز مشترک نہیں ہے۔

(ہ) عشق میں جیت اور ہار کو ایک جیسا مقام کیوں دیا گیا ہے۔

جواب:

(الف) پہلے شعر میں شاعر نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔کہ چشم تصور سے محبوب کا دیدار ہر وقت کرتا رہتا ہے۔اس کی یاد دل سے محو نہیں ہوتی۔اور وہ اپنی راتوں کو جدائی کی راتیں نہیں کہتا۔

(ب) دل بیچنے سے شاعر کی مراد دل قربان کرنا ہے۔

(ج) جو لوگ سچے عشق کی خاطر اپنی جان قربان کردیتے ہیں۔تو وہ دائمی زندگی کی مسرتیں حاصل کرلیتا ہے۔

(د) میدان وفا میں نام ونسب اور خاندان مشترک نہیں۔

(ہ) اگر عشق میں کوئی جیت جاتا ہے۔تو یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔اور جو ہار جاتا ہے۔اس کی یہ ہار اور شکست بھی شکست نہیں ہوتی بلکہ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔اور لوگ اس کی قربانی کو یاد کرتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

غزل

(احمد ندیم قاسمی)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سایۂ ابر	بادل کا سایہ	صحرا	بیابان	چارہ ساز	مددگار

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اشعار کی تشریح

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مرجاؤنگا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤنگا

تشریح: شاعر موت کو فنا کی علامت خیال نہیں کرتے۔ وہ اس بات کے مخالف ہیں۔ کہ موت سے انسان زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ اس شعر میں وہ کہتا ہے۔ اُن لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ موت سے انسان مرکز فنا ہوجاتا ہے۔ میں ایک دریا ہوں۔ جب دریا سمندر میں پہنچ کر اس کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ تو بظاہر اس کا وجود ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو اس کا وجود ایک بڑے اور وسیع و عریض سمندر کا حصہ بن محفوظ و مامون ہوجاتا ہے۔

تیرا در چھوڑ کے میں اور کدھر جاؤنگا
گھر میں گھر جاؤنگا صحرا میں اتر جاؤنگا

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ کہ اے میرے محبوب! تیرے دروازے پر پڑے رہنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ میں تیرے در کو نہیں چھوڑ سکتا اگر تیرا در مجھ سے چھوٹ گیا۔ تو یا تو میں اپنے گھر میں اپنے آپ کو قید کردوں گا یا صحرا میں نکل کر اپنے آپ کو گم کردوں گا۔

تیرے پہلو سے جو اُٹھوں گا تو مشکل یہ ہے
صرف اک شخص کو پاؤں گا جدھر جاؤنگا

تشریح: شاعر کہتا ہے اے میرے محبوب! تیرے پہلو سے اُٹھ کر اور تجھے چھوڑ کر میں کہیں اور کیسے جا سکتا ہوں کیونکہ تیرا دیدار ہی میرا پہلا اور آخری مقصد ہے۔ اگر میں تجھ سے دور رہا تو میں پھر تیرے پاس آنے کی کوشش کروں گا اور تجھے ہی پانے کی آرزو کروں گا۔ اس لیے تیرے پہلو سے اُٹھ کر میں اپنے آپ کو مشکل میں کیوں ڈال دوں۔

اب تیرے شہر میں آؤں گا مسافر کی طرح
سایۂ ابر کی مانند گزر جاؤنگا

تشریح: جس شہر میں شاعر کا محبوب رہتا تھا۔ اب وہ وہاں موجود نہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ اے میرے محبوب! میں تیری خاطر تیرے شہر آیا کرتا تھا اور یہاں صرف تیرے لیے قیام کرتا تھا۔ اب اگر اتفاقاً میں یہاں آ بھی جاؤں تو تیرے شہر میں میری مثال ایک مسافر کی سی ہوگی کیونکہ میں تیرے سوا یہاں کسی کو نہیں جانتا۔ اس لیے بادل کے سائے کی طرح آگے گزرنے کی کوشش کروں گا۔

تیرا پیمان وفا راہ کی دیوار بنا
ورنہ سوچا تھا کہ جب چاہوں گا مر جاؤنگا

تشریح: شاعر نے محبوب کے ساتھ ایک ساتھ جینے اور ایک ساتھ مرنے کا وعدہ کیا ہے۔ کہتا ہے کہ ہم دونوں کے درمیان وفا نبھانے کا جو وعدہ ہوا تھا اب وہ میرے ارادے میں ایک رکاوٹ بن گیا ہے ورنہ میں نے سوچا تھا کہ میں اپنی مرضی سے جب چاہوں گا مروں گا ورنہ زندہ رہوں گا لیکن اب میں اپنی مرضی کے بغیر بے وقت مرنا چاہتا ہوں اور تیرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں۔

چارہ سازوں سے الگ ہے میرا معیار کہ میں
زخم کھاؤں گا تو کچھ اور سنور جاؤنگا

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ طبیبوں اور معالجوں کے معیار سے میرا معیار بالکل مختلف ہے۔ وہ زخموں کا علاج کر کے اسے ٹھیک کرتے ہیں لیکن میں مزید زخم کھا کر اپنے آپ کو بہتر، صحت منداور ٹھیک ٹھاک محسوس کرتا ہے اس لیے میرے زخموں کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں۔

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤنگا

تشریح: شاعر اس شعر میں کہتا ہے کہ اے ندیم! جس طرح رات کو شمع جلتی ہے اور صبح تک بالآخر ختم ہو کر بجھ جاتی ہے۔ میں بھی شمع کی طرح اپنے آپ کو جلا رہا ہوں لیکن مجھے اپنے بجھنے اور ختم ہونے کا کوئی غم نہیں کیونکہ میرے مرنے کے بعد ایک نئی صبح نمودار ہوگی جو مخلوق خدا کے لیے خوشی اور مسرت کی نوید ہوگی۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: اس غزل کا مطلع اور مقطع لکھ کر اس کی تشریح کریں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

جواب: اس غزل کا پہلا شعر مطلع ہے۔اور آخری شعر مقطع ہے۔ان دونوں کی تشریح اوپر ملاحظہ کریں۔

سوال 2: اس غزل کے قوافی لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی درج ذیل ہیں۔

مر، اُتر، بکھر، جدھر، گزر، مر، سنور، کر

سوال 3: اس شعر کی تشریح کریں۔

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

جواب: اس شعر کی تشریح اوپر دیکھئے۔

سوال 4: تیرا در چھوڑ کے میں اور کدھر جاؤں گا گھر میں گھر جاؤں گا صحرا میں بکھر جاؤں گا

وہ الفاظ جو تحریر میں بالکل یکساں ہو۔لیکن اعراب اور تلفظ میں فرق ہو۔تجنیس محرف کہلاتے ہیں۔درج بالا شعر میں لفظ ''میں''، تجنیس محرف ہے دو ایسے اشعار لکھیں۔جن میں تجنیس محرف ہو۔

جواب:

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے
کون رَہا کون رِہا ہوگیا (رَہا۔رِہا)

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبہ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے (بَن۔بَن)

سوال 5: غزل کے آخری شعر میں تشبیہ استعمال ہوتی ہے۔ اس کے ارکان تشبیہ بیان کریں۔

جواب: ارکان تشبیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہ شبہ یا غرض تشبیہ (۴) حرف تشبیہ

شعر:

زندگی شمع کی مانند جلتا ہوں ندیم بجھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

مندرجہ بالا شعر میں ''ندیم کی زندگی'' مشبہ

شمع	مشبہ بہ
جلنا	وجہ شبہ یا غرض تشبیہ
مانند	حرف تشبیہ

سوال 6: غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے اپنے لئے کون سا استعارہ استعمال کیا ہے۔

(ب) صحرا میں بکھرنے سے کیا مراد ہے۔

(ج) تیسرے شعر میں شخص کا لفظ کس کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(د) شاعر کی موت میں کونسی چیز حائل ہے۔

(ہ) زخم کھا کر سنورنے سے کیا مراد ہے۔

جواب:

(الف) شاعر نے اپنے لئے ''دریا'' کا استعارہ استعمال کیا ہے۔

(ب) صحرا میں بکھرنے سے مراد اپنے آپ کو گم کرنا اور آبادی سے قطع تعلق کرنا ہے۔

(ج) تیسرے شعر میں ''شخص'' سے شاعر کی مراد ''محبوب'' ہے۔

(د) شاعر کی موت میں ''محبوب سے کیا ہوا وعدہ'' حائل ہے۔

(ہ) زخم کھا کر سنورنے سے مراد یہ ہے۔کہ جب محبوب اپنی پلکوں کے تیروں سے ندیم کے دل کو زخمی کرتا ہے۔تو اسے اور بھی لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

☆.....☆.....☆

غزل

(ناصر کاظمی)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
قرب	دیدار، وصل	چھبن	ہلکا سا درد	گزرگاہ	راستہ

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

عارض	رخسار	لب	ہونٹ	ماضی	گذرا ہوا زمانہ
دیار	ممالک، شہر	احباب	دوست	چراغان	تیز روشنی

اشعار کی تشریح

سفر منزل شب یاد نہیں
لوگ رخصت ہوئے کب یاد نہیں

تشریح: اس شعر میں ناصر کاظمی اپنے دوستوں اور اُن ہمدردی کو یاد کرتے ہیں۔ جو اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ کہتے ہیں۔ جو لوگ تاریک اندھیروں کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ اور جو مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اُن کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کب اور کیسے رخصت ہوئے۔

اولین قرب کی سرشاری میں
کتنے ارمان تھے جواب یاد نہیں

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ جب مجھے پہلی بار محبوب کا دیدار نصیب ہوا۔ تو میرے دل میں بے شمار ارمان موجود تھے میں خوشی سے مست ہو رہا تھا۔ مجھے محبوب کے قرب کے سوا کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ اس سرخوشی اور سرشاری کے دوران جو ارمان میرے دل میں موجود تھے۔ میں اُن ارمانوں کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں۔ کہ وہ کیا تھے۔

دل میں ہر وقت چبھن رہتی تھی
تھی مجھے کس کی طلب یاد نہیں

تشریح: شاعر کو محبوب کے دیدار کی طلب تھی۔ لیکن تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہر وقت میرے دل میں ایک ہلکا سا درد رہتا تھا۔ جو مجھے بیقرار رکھتا تھا۔ میں کسی شخص سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن معلوم نہیں وہ کون تھا۔ جسے میں چاہتا تھا۔

وہ ستارہ تھی، کہ شبنم تھی کہ پھول
ایک صورت تھی عجب یاد نہیں

تشریح: وہ ستارے کی طرح حسین تھی، شبنم کی طرح اس کا قرب آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرتا تھا۔ اور

پھول کی طرح نرم و نازل تھی۔ وہ عجیب و غریب شکل و صورت کی مالک تھی۔ لیکن اس صورت کے خدوخال اب مجھے یاد نہیں۔ اس شعر میں بھی شاعر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔

کیسی ویران ہے گزرگاہ خیال
جب سے وہ عارض و لب یاد نہیں

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ کہ جس دن سے محبوب کے نرم و نازک ہونٹ اور گلابی رخسار میں بھول چکا ہوں۔ اسی دن سے میرے خیالوں کے راستے ویران اور سنسان ہو گئے ہیں۔ اور میرے خیالوں کی دنیا میں کوئی رنگینی نہیں۔

بھولتے جاتے ہیں ماضی کے دیار
یاد آئیں بھی تو اب یاد نہیں

تشریح: ماضی میں میں نے جن علاقوں، ملکوں اور شہروں کی سیر کی تھی۔ اور وہاں زندگی کے دن گذارے تھے۔ ان کو اگر میں یاد کرنے کی کوشش بھی کروں۔ تو مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ کونسے اور کیسے مقامات تھے۔ اس کی تمام یادیں اب میرے ذہن سے محو ہو چکی ہیں۔

رشتۂ جان تھا کبھی جس کا خیال
اس کی صورت بھی تو اب یاد نہیں

تشریح: شاعر اس شعر میں بھی تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔ کہتا ہے۔ میں جس کے خیالوں میں ہمیشہ کھویا رہتا تھا۔ اور اس کا تصور ہی میری زندگی تھی۔ اور جس کی حسین یادیں میرے دل اور جان کو تروتازہ رکھتی تھی۔ اب اس شخص کی صورت بھی مجھے یاد نہیں۔ کہ وہ کیسی شکل و صورت والا شخص تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ احباب کو ہم
یاد ہی کب تھے کہ اب یاد نہیں

تشریح: اس شعر میں ناصر کاظمی نے اپنے دوستوں سے گلہ کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس آخری عمر میں دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ نہ مجھے یاد کرتے ہیں۔ اور نہ میری خیریت دریافت کرتے ہیں۔ میں حقیقت بتاؤں۔ تو میرے دوستوں نے بہت پہلے مجھ سے قطع تعلق کیا ہے۔ یہ اب کی نہیں بہت پہلے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کی بات ہے۔

یاد ہے سیر چراغان ناصر
دل کے بجھنے کا سبب یاد نہیں

تشریح: شاعر نے اس شعر میں بھی تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اے ناصر! تجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ کسی زمانے میں تو ہر روز ایک چراغان کی سیر کرتا تھا۔ اور یہ چراغان کہیں اور نہیں تمہارے دل میں ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ محبوب کی بے وفائی کی وجہ سے دل جلتا تھا۔ اور ایک چراغان کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن انجان بن کر کہتا ہے۔ کہ میرا دل کیسے بُجھا۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: اس غزل کے قوافی اور ردیف لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی، شب، کب، اب، طلب، لب، اب، اب، اب، سبب ہیں۔ اور ردیف "یاد نہیں" ہے۔

سوال 2: قواعد کی رو سے مندرجہ ذیل مرکبات کے نام لکھیں۔

عارضِ لب، گزرگاہِ خیال، رشتۂ جان

جواب: عارض ولب: مرکب عطفی

گزرگاہ خیال: مرکب اضافی

رشتۂ جان: مرکب اضافی

سوال 3: شاعر کے دل میں ہر وقت چبھن کیوں رہتی ہے؟

جواب: شاعر کے دل میں ہر وقت چبھن اس لئے رہتی تھی۔ کہ کہ محبوب اُن سے جدا تھا۔ اور اسے محبوب کی طلب تھی۔

سوال 4: شاعر نے احباب سے کیا گلہ کیا ہے۔

جواب: شاعر نے اپنے احباب سے گلہ کیا ہے۔ کہ اُن کے دوست اور احباب اسے بھول گئے ہیں۔ اور اُسے یاد نہیں کرتے۔

سوال 5: ناصر نے دلکے بجھنے کی وجہ کیوں نہیں بتائی۔

جواب: شاعر کے ہر پہلے مصرعے میں دوسرے مصرعے کا جواب موجود ہے۔ لیکن تجاہل عارفانہ سے کام لیتا ہے۔ پہلے مصرعے میں وہ کہتا ہے۔ کہ مجھے یاد ہے۔ کہ میرے دل میں ہر وقت چراغان رہتا تھا۔ یعنی میرے دل میں آگ سلگتی تھی۔ اور یہی اس کے دل کے بجھنے کا سبب تھا۔

☆.....☆.....☆

غزل

(نکیب جلالی)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
پیڑ	درخت	پس دیوار	دیوار کے پیچھے	تیرگی	اندھیرا
در	دروازہ	بام	منڈھیر	دستار	پگڑی

اشعار کی تشریح

آگے پتھر تو میرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے پس دیوار گرے

تشریح: اس شعر میں شاعر نے اپنی بدقسمتی کا رونا رویا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ میرے گھر کے صحن میں کھڑے درخت پر کسی نے پتھر برسائے۔ ان میں سے دو چار پتھر میرے گھر کے صحن میں گرے۔ اور درخت کے تمام پھل میرے گھر کی دیوار کے پیچھے گر کر دوسروں کے ہاتھ آ گئے۔ مطلب یہ کہ پھل دار درخت سے مجھے فائدے کے بجائے نقصان پہنچا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

مجھے گرنا ہے تو میں، اپنے ہی قدموں میں گروں
جس طرح سایۂ دیوار پہ دیوار گرے

تشریح: اس شعر میں بھی شاعر مایوس ہے۔ اور اسے اپنی بربادی کا مکمل یقین ہے۔ کہتا ہے۔ کہ یااللہ! اگر گرنا ہی میرے قسمت میں لکھا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے ہی قدموں میں گر کر ختم ہو جاؤں۔ اس دیوار کی طرح جو خستگی کی حالت میں عام طور پر اپنے ہی سائے پر گرتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنے ہی قدموں پر گرنا چاہتا ہوں۔

تیرگی چھوڑ گئے دل میں اُجالے کی طرح
یہ ستارے میرے گھر ٹوٹ کے بیکار گرے

تشریح: اس شعر میں بھی شاعر کی مایوسی بدستور قائم ہے۔ کہتا ہے۔ ستارے چمک دمک اور روشنی کی علامت ہیں۔ یہ کسی کے گھر میں گریں۔ تو چاہیے کہ اس سے گھر روشن ہو جائے۔ لیکن میرے گھر میں ان کا گرنا میرے لئے بیکار ثابت ہوا۔ کیونکہ اُن کی روشنی تاریکی میں بدل گئی۔ اور میرے دل کو تاریکیوں سے بھر دیا۔ فائدے کے بجائے اُلٹا نقصان ہوا۔

دیکھ کر اپنے در و بام لرز جاتا ہوں
میرے ہمسائے میں، جب بھی کوئی دیوار گرے

تشریح: شاعر کی مایوسی اور نا اُمیدی بڑھتی جا رہی ہے۔ کہتا ہے۔ کہ جب میں اپنے گھر کی خستہ حالت پر نظر کرتا ہوں۔ تو دل میں بے شمار وسوسے اور اندیشے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب میں سنتا ہوں۔ کہ پڑوس میں کسی کی خستہ دیوار گری ہے۔ تو مجھے اپنے گھر کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ کہ آج نہیں تو کل یہ گرنے سے نہ بچ سکے گی۔

وقت کی ڈور خدا جانے کہاں سے توٹے
کس گھڑی سر پہ یہ لٹکی ہوئی تلوار گرے

تشریح: شاعر زندگی سے مکمل طور پر مایوس ہو چکا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ موت لٹکی ہوئی تلوار کی طرح

میرے سر پر کھڑی ہے۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ وہ موت کی یہ لٹکی ہوئی تلوار کب میرے سر پر گرتی ہے۔ اور میرا کام تمام کرتی ہے۔ شاعر موت کا انتظار کر رہا ہے۔

دیکھتے کیوں ہو شکیب اتنی بلندی کی طرف
نہ اُٹھایا کرو سر کو کہ یہ دستار گرے

تشریح: اس شعر میں شکیب جلالی اپنے آپ سے مخاطب ہے۔ کہتا ہے۔ اے شکیب! تم اتنی بلندی کی طرف مت دیکھو۔ کہ تمہارا سر پیچھے کی طرف چلا جائے۔ اور پگڑی تمہارے سر سے گر پڑے۔ مطلب یہ کہ جتنی تمہاری چادر ہے۔ اتنی ہی پاؤں پھیلاؤ۔ جتنی تمہاری حیثیت ہے۔ اسی حیثیت کے مطابق زندگی گزارو اگر تم اپنے آپ کو اپنی حیثیت سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرو گے۔ تو نقصان اُٹھاؤ گے۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: کلام میں اعداد کا ذکر کرنا، خواہ ترتیب سے ہوں یا بے ترتیب، سیاقۃ الاعداد کہلاتا ہے۔ جیسے

آ کے پتھر تو میرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے پس دیوار گرے

سیاقۃ الاعداد کی مزید تین مثالیں لکھیں۔

جواب:

آئے تھے چار دن کیلئے اس دیار میں
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں (ظفر)

جھائے ہوئے ہیں چار طرف پارہ ہائے ابر
آغوش میں لئے ہوئے دنیائے آب و رنگ
(ن۔م۔راشد)

کتنا ہوں بدنصیب ظفر دن کیلئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں (ظفر)

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

سوال 2: درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیں۔

پیڑ ، تیرگی ، ہمسایہ ، بلندی ، اُجالا

جواب: (۱) پیڑ مترادف درخت (۲) تیرگی مترادف تاریکی (۳) ہمسایہ مترادف پڑوسی
(۴) بلندی مترادف اونچائی (۵) اجالا مترادف روشنی

سوال 3: اس غزل کے اس شعر کی نشاندھی کریں۔ جس میں صنعت تضاد کا استعمال ہوا ہے۔

تیرگی چھوڑ گئے دل میں اُجالے کی طرح
یہ ستارے میرے گھر ٹوٹ کے بے کار گرے
(تیرگی۔اُجالے)

سوال 4: دی گئی غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

(الف) ''صحن میں پتھر گرنے'' سے کیا مراد ہے۔

(ب) شاعر کیوں لرز جاتا ہے۔

(ج) وقت کی ڈور ٹوٹنے سے کیا مراد ہے۔

(د) شاعر نے بلندی کی طرف دیکھنے سے کیوں منع کیا۔

جواب:

(الف) ''صحن میں پتھر گرنے سے'' مصیبت نازل ہونا اور نقصان اُٹھانا مراد ہے۔

(ب) جب شاعر کے پڑوس میں کوئی دیوار گری ہے۔ تو وہ یہ سوچ کر لرز جاتا ہے۔ کہ اُس کے گھر کی دیواروں کی حالت بھی خستہ ہے۔ اور یہ بھی کسی وقت گر سکتی ہے۔

(ج) وقت کی ڈور ٹوٹنے سے مراد ''موت'' ہے۔

(د) شاعر نے بلندی کی طرف دیکھنے سے اس لئے منع کیا ہے۔ کہ بلندی کی طرف دیکھنے والے شخص کے سر سے ٹوپی یا پگڑی گر سکتی ہے۔

☆.....☆.....☆

غزل

(احمد فراز)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لب کشا	بولنے کے لئے تیار	سرکار	حاکم وقت	لہو	خون
گوش بر آواز	آواز سننا	سردار	پھانسی کا تختہ	خلقت شہر	شہر کے لوگ
واقف اسرار	راز سے آشنا	پس پردہ	پردہ کے پیچھے	مصاحب	ہم مجلس

اشعار کی تشریح

لب کشا لوگ ہیں سرکار کو کیا بولنا ہے
اب لہو بولے گا تلوار کو کیا بولنا ہے۔

تشریح: احمد فراز ایک انقلابی شاعر تھا۔ ہمیشہ حکومت وقت کی غلط اور عوام دشمن پالیسیوں کے خلاف بولتا رہا۔ اور حکومت کے زیر عتاب رہا۔ اس شعر میں کہتا ہے۔ کہ لوگ میرے خلاف بیان دینے کیلئے تیار ہیں۔ حکومت اور حاکم وقت کا کام اب آسان ہو گیا ہے۔ مجھے مجرم ثابت کرنے کے لئے اب انہیں زیادہ بولنے اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب خون ہی گرے گا۔ اور اگر بولے گا تو خون ہی بولے گا۔ اور اپنی صفائی پیش کرے گا۔ تلوار کو اجازت دے دی گئی ہے۔ وہ خون بہا سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے مجرم ثابت کر دیا گیا ہے۔

بکنے والوں میں جہاں ایک سے رک آگے ہو
ایسے میلے میں خریدار کو کیا بولنا ہے

تشریح: میرے خلاف بیان دینے کے لئے حاکم وقت نے کچھ افراد خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

جس پر بے شمار لوگوں نے لبیک کہا۔ اور آگے بڑھ بڑھ کر اپنی بولی لگا رہے ہیں۔ اگر بکنے والا بخوشی اپنے آپ کو بکنے کیلئے خریدار کے سامنے پیش کرے۔ تو خریدار کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اور خرید و فروخت میں بے ایمانی کرنے کے الزام سے بھی بری ہو جاتا ہے۔

لو چلے آئے عدالت میں گواہی دینے
مجھ کو معلوم ہے کس یار نے کیا بولنا ہے

تشریح: جو ضمیر فروش لوگ میرے خلاف، عدالت میں گواہی دینے کیلئے جمع ہو گئے ہیں۔ میں ان سب کو جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ میرے خلاف کس نے کیا بیان دینا ہے۔ یہ سب میرے ساتھی اور دوست تھے۔ لیکن اب وہ وعدہ معاف گواہ بن کر حاکم وقت کے ہاتھوں بک گئے ہیں۔

اور کچھ دیر رہے گوش بر آواز ہوا
پھر چراغ سر دیوار کو کیا بولنا ہے

تشریح: دیوار کے اوپر جو چراغ جل رہا ہے۔ اگر ہوا اپنی موجوں سے اسے بجا دے اور اُسے بولنے کی مہلت نہ دے۔ تو اسے کیا پتہ چلے گا۔ کہ چراغ کیا کہنا چاہتا تھا۔ اسلئے میں ہوا سے کہتا ہوں۔ کہ کچھ دیر کیلئے اتنی تیزی دکھانے سے گریز کرے۔ اور چراغ کا بیان بھی سنے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ پھر فیصلہ کرنا اس کا کام ہے۔ لیکن چراغ کو صفائی کا موقع دینا اس کا حق ہے۔

مجھ سے کیا پوچھتے ہو آخری خواہش میری
اک گنہگار سردار کو کیا بولنا ہے

تشریح: پھانسی دینے سے پہلے مجرم سے اس کی آخری خواہش کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ تاکہ اگر ہو سکے۔ تو پورا کیا جائے۔ احمد فراز کہتے ہیں۔ تم لوگ مجھ سے آخری خواہش کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو۔ جو شخص گنہگار ہو۔ پھانسی کے تختے پر کھڑا ہو۔ اور کچھ ہی دیر بعد اس کی موت یقینی ہو۔ اس کی آخری خواہش کیا ہو سکتی ہے۔ جب دنیا میں اس کا وقت ہی ختم ہو چکا۔ تو خواہش کیا معنی رکھتا ہے۔

خلقت شہر تھی چپ شاہ کے فرمان کے بعد
اب کسی واقف اسرار کو کیا بولنا ہے

تشریح: جب بادشاہ وقت نے مجرم کو پھانسی دینے کا حکم جاری کیا۔ تو شہر کے تمام لوگوں کو چپ لگ گیا۔ وہ خاموش ہو گئے۔ اب جو لوگ اصل حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ اس ماحول میں کیا کر سکتے ہیں۔ جو لوگ میرے پھانسی کے فیصلے کے خلاف ہیں۔ اور میرے طرف دار ہیں۔ وہ ان حالات میں مجبور ہیں کہ میرے حق میں آواز اُٹھا سکیں۔

وہی جانے پس پردہ جو تماشا گر ہے
کب کہاں، کونسے کردار کو کیا بولنا ہے

تشریح: مجھے مجرم گردانے اور سزا دینے کا تماشا جس شخص نے بنایا ہے۔ وہ پردے کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ اپنے آپکو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن چونکہ یہ سازش اس کی تیار کی ہوئی ہے۔ اس وہ جانتا ہے۔ کہ جن کرداروں کو مجھے سزا دینے کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ اُن کو میرے خلاف کیا بیان دینا ہے۔ کب دینا ہے اور کس نے دینا ہے۔ سب کو الگ الگ پٹی پڑھائی گئی ہے۔

جہاں دربار ہوں شاہوں کے مصاحب ہوں فراز
وہاں غالب کے طرفدار کو کیا بولنا ہے

تشریح: آخری شعر میں فراز اپنے آپ سے کہتا ہے۔ کہ اے فراز! جہاں بڑے بڑے بادشاہ ہوں۔ عالی شان دربار لگے ہوں۔ امراء، وزراء، نوکر چاکر اور دوسرے مصاحبین مودب کھڑے ہوں۔ رعب، دبدبے اور خوف کا ماحول ہو۔ وہاں مرزا غالب کا ایک ساتھی کیا کر سکتا ہے۔ یعنی ایک شاعر بیچارے کی کون سنتا ہے۔ مرزا غالب جو مشہور غزل گو شاعر ہیں۔ وہ بھی حکومت وقت کے زیر عتاب رہا تھا۔ اور بڑی مشکل سے اس کی جان چھوٹ گئی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے مرزا غالب پر بھی بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ احمد فراز نے اپنے جرم اور اپنی حیثیت کی کیا خوب تشبیہ مرزا غالب سے دی ہے۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: دی گئی غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب لکھیں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

(الف) ب لہو بولے گا سے کیا مراد ہے۔

(ب) ہوا کے گوش برآواز ہونے سے کیا مراد لی گئی ہے۔

(ج) خلقت شہر کیوں چپ تھی۔

(د) شاعر نے آخری خواہش کیوں نہ بتائی۔

جواب:

(الف) ''اب لہو بولے گا'' سے مراد یہ ہے۔ کہ اب ملزم کو اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہوگا۔ گواہوں نے اس کے خلاف گواہی دے دی ہے۔ اور وہ مجرم ٹھہرایا جا چکا ہے۔

(ب) ''ہوائے گوش برآواز'' رہنے سے مراد ہے۔ کہ ہوا کچھ دیر تک نہ چلے۔ اور ابھی چپ رہ کر انتظار کرے۔

(ج) خلقت شہر بادشاہ وقت کے خوف سے چپ تھی۔

(د) شاعر نے اپنی آخری خواہش اس لئے نہ بتائی۔ کہ اسے یقین تھا۔ کہ اسے ضرور موت کی سزا ہوگی۔ اسلئے جو شخص چند لمحے بعد مرنے والا ہو۔ اس کی آخری خواہش کیا ہو سکتی ہے۔ اور اس سے اس کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

سوال 2: اس غزل کی ردیف لکھیں۔

جواب: اس غزل کا ردیف (کو یا بولتا ہے) ہے۔

سوال 3: اس غزل کے قوافی لکھیں۔

جواب: اس غزل کے قوافی! سرکار، تلوار، خریدار، یار، دیوار، سردار، اسرار، کردار، طرفدار ہیں۔

سوال 4:

بکنے والوں میں جہاں ایک سے رک آگے ہو
ایسے میلے میں خریدار کو کیا بولنا ہے

کلام میں کسی چیز کا ذکر کرنا اور پھر اس کی مناسبت سے دوسری چیزیں لانا بشرطیکہ یہ

چیزیں متضاد نہ ہوں۔ مراعاۃ النظیر کہلاتا ہے۔ جیسے مندرجہ بالا شعر میں بکنے کے مناسب سے میلے اور خریدار کا ذکر کیا گیا ہے۔ کم از کم تین ایسے اشعار لکھیں۔ جن میں صنعت مراعاۃ النظیر کا استعمال ہو۔

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

خط بڑھا، زلفیں بڑھیں، کاکل بڑھے، گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

کیا کہوں تجھ کو کہ کیا دیکھا ہے۔ تجھ میں، میں نے
عشوۂ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

سوال 5: درج ذیل شعر کی تشریح کریں۔

جواب: اس شعر کی تشریح اوپر دیکھئے۔

☆.....☆.....☆

غزل

(ظفر اقبال)

مشکل الفاظ اور معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
وشت	بیابان	وحشت	ڈر۔خوف	دانستہ	جانتے ہوئے
حمایت کرنا	ساتھ دینا				

اشعار کی تشریح

مل کے بیٹھے نہیں، خوابوں میں شراکت نہیں کی
اور کیا رشتہ ہو تجھ سے جو محبت نہیں کی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

تشریح: شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ محبت ان دو افراد کے درمیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں۔ ملاقات کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے خوابوں میں آتے ہیں۔ نہ تو ہم کبھی ایک ساتھ بیٹھے ہیں۔ نہ کبھی ملاقات کی ہے۔ اور ہمارے خواب مشترک ہیں۔ پھر تم سے میرا وہ کونسا رشتہ ہے۔ جس کے تعلق سے میں آپ سے محبت کروں۔ دونوں طرف سے آگ برابر لگی ہوئی ہو۔ تو اسے محبت کہتے ہیں۔

یہیں پھرتے ہیں شریف آدمیوں کی صورت
دشت میں خاک اُڑائی نہیں وحشت نہیں کی

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ کہ ہم شریف اور عام لوگوں کی طرح یہی دیہی شہر میں بڑے آرام سے زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ ہم نے شہر کو چھوڑ کر صحرا کا رخ کیا ہے۔ اور اور نہ وحشی بن کر بستی کو خیر باد کہا ہے۔ ہم اپنے آپ کو عاشق صادق کیسے کہہ سکتے ہیں۔ ہم نے عشق کی خاطر کونسی سختیاں جھلیں ہیں۔

خاص ہم سے تو کوئی تھا ہی نہیں تیرا سلوک
اور ہم نے بھی تیرے ساتھ رعایت نہیں کی

تشریح: اے محبوب! تم نے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مجھ سے کوئی غیر معمولی اور خاص سلوک کبھی نہیں کیا۔ اور نہ مجھے کوئی خاص درجہ دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے بھی تجھے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اور نہ تیرا اتنا احترام کیا۔ جو عاشق پر معشوق کیلئے لازم ہے۔ اب ہم محبت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں۔

پوچھ لیتے بھی کبھی تیرا ارادہ تجھ سے
ہم نے چاہا تو کئی بار تھا ہمت نہیں کی

تشریح: میں نے کئی بار یہ ارادہ کیا۔ کہ محبت کے بارے میں اور وفا نبھانے سے متعلق تم سے تیری رائے اور خیال دریافت کروں۔ لیکن پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ مجھے ابھی تک معلوم نہیں۔ کہ میرے تعلق تیرے دل میں کیا ہے۔

بہت اچھی بھی لگا تو ہمیں اس محفل میں
ہم نے دانستہ وہاں تیری حمایت نہیں کی

تشریح: میں اور تم دونوں جس محفل میں ایک ساتھ شریک تھے۔ تو تم مجھے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ میں پیار بھری نظروں سے تمہیں دیکھا کرتا تھا۔ لیکن گفتگو کے دوران میں نے قصداً اپنے آپ کو آپ کا حمایتی ظاہر نہیں کیا۔ اور تمہارے کسی بات پر دانستہ صاد نہیں کیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ یک طرفہ محبت اور چاہت کا اظہار کر کے آپکو اور خود دونوں کو رسوا کروں۔

ظرف اتنا بھی کشادہ نہیں اپنا لیکن
ہم نے پیدا بھی ہوئی ہے تو شکایت نہیں کی

تشریح: نہ میں بہت زیادہ عالی حوصلہ شخص ہو۔ اور نہ اتنا وسیع القلب ہوں۔ میں ایک عام ظرف والا آدمی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود تمہاری کوئی بات یا حرکت جس پر مجھے اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے اس کی شکایت اور گلہ قم سے نہیں کیا۔ اور سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

یہ بھی سچ ہے کہ تیرے ہم بھی سوالی نہ ہوئے
اور تو نے بھی کبھی کوئی عنایت نہیں کی

تشریح: شاعر محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ میں نے تجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کیا۔ اور نہ تجھ کسی رعایت کا تقاضا کیا۔ لیکن یہ بات بھی تیرے پیش نظر رہے۔ کہ تم نے بھی کبھی مجھ پر کوئی مہربانی نہیں کی۔ اور میرے ساتھ کوئی اچھا برتاؤ کیا۔

ہو رہا ہے جو، اسی طرح سے ہوتا تھا یہاں
اسلئے ہم نے کسی بات پہ حیرت نہیں کی

تشریح: جو معاملات میرے اور تمہارے درمیان پہلے سے جیسے چلتے تھے۔ اب بھی اسی طرح چل رہے ہیں۔ اسی میں ابھی تک کوئی خاص پیشرفت نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے زندگی کے کسی موڑ پر کبھی حیرانگی اور تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ حیرت نئی بات کے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جبکہ کوئی نئی بات ابھی تک سامنے نہیں آئی۔

جو میسر ہوا، تھا وہ بھی زیادہ کہ ظفر
جو ملا ہی نہیں، اس کی کبھی حسرت نہیں کی

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

تشریح: اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر ظفر کہتا ہے۔ کہ اے میرے محبوب! جو کچھ تم نے مجھے عطا کیا۔ وہ بھی میری توقع سے بہت زیادہ تھا۔ اور اس پر میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور جو آپ کو دینا چاہیے تھا۔ اور نہیں دیا۔ اس کا نہ میں تقاضا کرونگا اور نہ اس کے نہ ملنے کا ارمان میرے دل میں ہے۔ کیونکہ جو چیز میری قسمت میں نہیں۔ اس کی تمنا کیوں کروں۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: اس غزل کے مقطع اور مطلع کی تشریح کریں۔

جواب: تشریح اوپر لکھی جا چکی ہے۔

سوال 2: اس غزل کے کس شعر میں مراعاۃ النظیر کا استعمال کیا گیا ہے۔

جواب:

یہی پھرتے ہیں شریف آدمیوں کی صورت
دشت میں خاک اُڑائی نہیں وحشت نہیں کی

سوال 3: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

شراک ، دشت ، سلوک ، میسر

جواب:

شَرَاکَتْ ، دَشْت ، سَلُوکْ ، مُیَسَّرْ

سوال 4: دی گئی غزل کے مطابق درست جملے کے سامنے (✓) کا نشان اور غلط جملے کے سامنے (×) کا نشان لگائیں۔

(الف) شاعر محبوب کے خوابوں میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ (✓)

(ب) محبوب کی جفاؤں سے شاعر وحشت زدہ ہو گیا۔ (×)

(ج) شاعر نے بے وفائی کا بدلہ لیا۔ (✓)

(د) شاعر نے جان بوجھ کر محبوب کا ساتھ نہیں دیا۔ (✓)

(ہ) سوال کرنا شاعر کو اچھا نہیں لگتا۔ (✓)

(و) شاعر کو محبوب کے رویے پر بے حد حیرت ہے۔ (×)

(ز) شاعر کا ظرف بے پناہ وسیع ہے۔ (×)

(ح) شاعر اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے سوال نہیں کرتا۔ (✓)

(ط) وصال یار شاعر کی حسرت ہے۔ (×)

(ی) چاہت کے باوجود شاعر ہمت نہ کر سکا۔ (✓)

☆.....☆.....☆

غزل

(شہزاد احمد)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
گردن زدنی	واجب القتل	جیا کرنا	زندہ رہنا

اشعار کی تشریح

نہ سہی کچھ مگر اتنا تو کیا کرتے تھے
وہ مجھے دیکھ کے پہچان لیا کرتے تھے

تشریح: اس شعر میں شہزاد احمد اپنے محبوب کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ میرا محبوب مجھے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے۔ مگر اتنا ضرور کرتے تھے۔ کہ پہچاننے سے انکار نہیں کرتے تھے۔ اب اس نے پہچاننے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ اور انجان بن گئے ہیں۔

آخر کار ہوئے تیری رضا کے پابند
ہم کہ ہر بات پر اصرار کیا کرتے تھے

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ کہ ایک وقت وہ تھا۔ کہ میں ہر بات محبوب سے منواتا تھا۔ اور اگر وہ انکار کرتا۔ تو میں اصرار کر کے اپنا مطلب حاصل کر لیتا تھا۔ لیکن اب وہ وقت نہیں رہا۔ محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ کہ اب تم حکم کرتے ہو۔ اور میں تعمیل کرتا ہوں۔ یعنی تیرے حکم کا غلام بن گیا ہوں۔

خاک ہیں اب تیری گلیوں کے وہ عزت والے
جو تیرے شہر کا پانی نہ پیا کرتے تھے

تشریح: تیری گلیوں کے وہ معزز لوگ جو اپنے آپ کو بہت بڑا اور عظیم خیال کرتے تھے۔ اور تجھ سے نفرت کی وجہ سے تیرے شہر کا پانی پینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اب اُن کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔ اور وہ حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور تیری گلی کی خاک بن گئے ہیں۔

اب تو انسان کی عظمت بھی کوئی چیز نہیں
لوگ پتھر کو خدا مان لیا کرتے تھے

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ لوگ پتھروں کو پوجتے تھے۔ اور اسے خدا مان کر اُس کے آگے سجدہ ریز رہتے تھے۔ لیکن اب ایسا زمانہ آ گیا ہے۔ کہ انسان کی عظمت بھی جاتی رہی۔ اور انسان جو اشرف المخلوقات تھا۔ ذلیل و خوار ہو گیا۔

دوستو! اب مجھے گردن زدنی کہتے ہو
تم وہی ہو جو میرا زخم سیا کرتے تھے

تشریح: اس شعر میں شاعر اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ اے میرے دوستو! میں جب زخم کھاتا تھا۔ تم لوگ میرے زخموں کا علاج کیا کرتے تھے۔ اور اسے سی کر مجھے دوبارہ مقابلے کیلئے تیار کرتے تھے۔ لیکن اب تمہیں کیا ہوا۔ کہ تم بھی مجھے مجرم، گنہ گار اور واجب القتل کہتے ہو حالانکہ مجھ سے کوئی نیا گناہ سرزد نہیں ہوا۔

اب تو شہزاد ستاروں پہ لگی ہیں نظریں
کبھی ہم لوگ بھی مٹی میں جیا کرتے تھے

تشریح: معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاعر کے ارادے بہت بلند ہیں۔ کہتے ہیں۔ اے شہزاد! ایک ایسا وقت بھی ہم پر گزرا ہے۔ کہ ہم خاک میں پڑے زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنی ذلت اور رسوائی کی زندگی گذارتے تھے۔ لیکن وہ زمانہ نہیں رہا۔ اب ہماری نظریں ستاروں پر لگی ہوئی ہیں۔ اور بلندیوں کی طرف ہم رواں دواں ہیں۔

مشقی سوالات کے جوابات

سوال 1: غزل کے مطابق درج ذیل سوالوں کے جواب دیں۔

(الف) شاعر نے اصرار کرنا کیوں چھوڑ دیا۔
(ب) گلیوں کی خاک ہونے سے کیا مراد ہے۔
(ج) زخم سینے سے کیا مراد لی گئی ہے۔
(د) کسی کے شہر کا پانی تک نہ پینا، کس بات کی غمازی کرتا ہے۔
(ہ) شاعر نے ستاروں پر نظریں کیوں لگائی ہیں۔

جواب:

(الف) شاعر نے محبوب کی رضا کو اپنی رضا سمجھ کر اصرار کرنا چھوڑ دیا۔
(ب) گلیوں کی خاک ہونے سے مراد ذلیل و خوار ہونا ہے۔
(ج) زخم سینے سے مراد زخم کا علاج کرنا اور ہمدردی کرنا ہے۔
(د) کسی کے شہر کا پانی تک نہ پینا اس کی غمازی کرتا ہے۔ کہ وہ اس شخص سے شدید نفرت کرتا ہے۔
(ہ) شاعر اپنی حالت بدلنا چاہتا ہے۔ ترقی کرنا چاہتا ہے۔ اپنی زندگی میں انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ بلندیوں کی طرف دیکھ رہا ہے۔

سوال 2: اس غزل کی ردیف لکھیں۔

جواب: اس غزل کی ردیف "کرتے تھے" ہے۔

سوال 3: درج ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

گردن زدنی ، رضا ، اصرار ، شہر ، عظمت

جواب:

گُرْدَنْ زَدْنِیْ ، رَضَا ، اِصْرَار ، شِہَرْ ، عَظْمَتْ

سوال 4: مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں۔

آخر کار ہوئے تیری رضا کے پابند
ہم کہ مہربان پر اصرار کیا کرتے تھے

تشریح: شاعر کہتا ہے۔ کہ میں ایک ضدی انسان تھا۔ ہر کسی سے اپنی بات منواتا تھا۔ اور ہر بات پر اصرار کرتا تھا۔ کہ لوگ اسے تسلیم کریں۔ لیکن اب میں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اپنے محبوب کی رضا کو اپنی رضا سمجھتا ہوں۔ اور اس کی رائے اور حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

☆.....☆.....☆

نظموں کے خلاصے

جوابِ شکوہ

(علامہ اقبال)

خلاصہ: دل سے نکلی ہوئی بات میں اثر ہوتا ہے۔ میرے دل سے جو بات نکلی وہ آسمان کو چیر کر عرش معلیٰ تک جا پہنچی۔ آسمان، سیارے، فرشتے، چاند اور کہکشاں میرے نالوں کو سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔ صرف جنت کے داروغہ رضوان نے مجھے پہچانا۔ کسی نے مجھے گستاخ کہا اور کسی نے بے ادب کے خطاب سے نوازا۔ ایسے میں ایک پر ہیبت آواز نے مجھے مخاطب کیا اور میری ہمت بندھا کر فرمایا کہ تم نے احسن طریقے سے خدا اور انسان ہم کلام کرایا ہے۔ تمہارا شکوہ بے جا ہے۔ میں کریم ہوں سب کی سنتا ہوں۔ ہر اہل شخص کو اس کا مقام دیتا ہوں۔ مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے دین کو اور قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی قوت اور طاقت سلب کر لی گئی ہے۔ وہ پیغمبر کی رسوائی کا سبب بن رہے ہیں۔ انسان کو غلامی سے چھڑانے والے اور قرآن کو سینے سے لگانے والے تمہارے آباؤ اجداد تھے۔ تم اُن کے نقش قدم پر نہیں چلے۔ کافر کو دنیا میں محل اور حوریں اس لیے دی گئی ہیں کہ وہ اس کا اہل ہے۔ تم میں حوروں کا طلب گار کوئی نہیں، مسلمان کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ ہر ملک خدا کا ہے اور وہ مسلمان کا ملک ہے۔ تم پر جمود طاری ہے اور بے عمل ہو گیا ہے۔ دل میں عشقِ الٰہی کا جذبہ پیدا کر اور محمد ﷺ کے نام سے دنیا کو روشن کر دے۔ تم کاہل اور تن آسان ہو۔ تم اپنے بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ زمانے کے معزز ترین لوگ تھے اور تم دنیا کے ذلیل و خوار لوگ ہو۔ عشق کی تلوار اور عقل کی ڈھال سے دنیا پر حکومت قائم کرو۔ صرف ایک اللہ کے بندے بن جاؤ اگر اپنے رسول ﷺ سے وفاداری کا وعدہ تم نے نبھایا۔ تو اس دنیا کے علاوہ لوح و قلم بھی تیرے اختیار میں دے دوں گا۔

☆.....☆

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner